گاہے گاہے باز خواں

شیعیت، سنیت، ناصبیت

خطیب الاسلام حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی مدظلہ العالی
استاذ تفسیر و حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

پیش کش

خلیل احمد راضی قاسمی اوسیکوی

ناشر

حکیم الامت اکیڈمی

جامع مسجد، موگا نگر۔ مین کراول نگر روڈ، دہلی — ۹۴

عرضِ ناشر

خطیب الاسلام حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی مدظلہ العالی کا پیش نظر مضمون مولانا عتیق الرحمان سنبھلی صاحب کی کتاب ''واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر'' کے نقطۂ نظر کے رَد پر بہت پہلے ایک مجلہ میں چھپا تھا، اس کتاب کے اندر اعتدال کے راستہ سے گریز کرتے ہوئے برحق جماعت کو ہی باغی ٹھیرایا گیا ہے حالانکہ اس کے برخلاف امت کا سوادِ اعظم مانتا اور لکھتا چلا آرہا ہے۔

امت کے نظریہ کو صحیح نصوص قرآن وحدیث سے استدلال نیز اکابر بزرگانِ دین کی تشریحات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا مدظلہ نے یہ مضمون قلم بند کیا تھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''یزید کو بھی لعنت ملامت نہ کی جائے گرچہ وہ مستحق لعنت ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو برحق اور علم بردارِ نبوت یقین کیا جائے، اس کے برخلاف جس کا تصور اور یقین ہے وہ یقینا گمراہ اور اعتدال سے خروج کئے ہوئے ہے'' افادۂ عام کے لیے ہم اس مضمون کو جوں کا توں شائع کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے خواص وعوام کو مستفید فرمائے۔

خلیل احمد راضی قاسمی اوسیکوی

حکیم الامت اکیڈمی دہلی ۹۴

۸ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ بروز بدھ

تمہید

ماہنامہ الفرقان مئی جون ۱۹۹۱ء کی اشاعت میں مولانا عتیق الرحمان سنبھلی صاحب کا ایک مضمون اپنی کتاب ''واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر'' کے سلسلہ میں چھپا تھا، بلکہ درحقیقت وہ کتاب کا مقدمہ تھا، اس مقدمہ کو پڑھ کر مجھے یہ محسوس ہوا کہ یہ غلط فکر پر مبنی ہے، غلط رجحان وعقیدہ کی طرف پیش قدمی ہے، لہٰذا میں نے ضروری سمجھا کہ اس کا نوٹس لیا جائے اور خبر نامہ مدرسہ سید احمد شہید شمارہ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ میں میں نے ایک مضمون مولانا عتیق الرحمان سنبھلی کی معرکۃ الآراء کتاب ''واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر کے مقدمہ پر ایک تبصرہ'' کے عنوان سے سپرد قلم کیا، لیکن قبل اس کے کہ میں اس مضمون کو ایک مرتبہ پھر ہدیہ ناظرین کردوں کیونکہ وہ اس موضوع پر بہت شافی وکافی ہے اور مسلک حق کی بھرپور ترجمانی کرتا ہے اس کے بعد کی بھی کہانی سنا دینا چاہتا ہوں۔

الفرقان کے مندرجہ بالا شمارہ میں اس مضمون کی اشاعت کے ساتھ بڑے طمطراق سے کتاب کا اشتہار دیا گیا تھا اور یہ اعلان کیا گیا تھا کہ نئے سال کے آغاز کے ساتھ یہ کتاب نمودار ہونے والی ہے، لیکن محرم الحرام کے بعد مزید کئی مہینے گذر گئے، انتظار تھا کہ دیکھئے محقق العصر'' کیا نئی تحقیقات پیش کرتے ہیں اور اسلاف کو کہاں کہاں لقمہ دیتے ہیں آخر کتاب آگئی، میں نے کتاب منگائی اور از اول تا آخر حرفاً حرفاً پڑھی، ایک احساس تو یہ ہوا کہ مقدمہ کا جو اٹھان تھا اور اس کی جو لے تھی کتاب میں کسی قدر وہ دھیمی پڑ گئی، قلم کو سنبھالنے کی بڑی کوشش کی گئی، حد آداب کا بار بار تذکرہ ہوتا رہا لیکن نتیجہ وہی الٹا کا الٹا رہا، غلطی حضرت حسینؓ کی ہی نکلی اور یزید کو صاف بچا لیا گیا۔

کتاب میں تین باتیں محل نظر ہیں

مجھے خاص طور پر تین باتیں کتاب میں کھٹکی نظر آئیں:

(۱) تاریخ کی کتابوں کے بارے میں دوہرا موقف، جہاں اپنے مطلب کی بات ہو وہاں تاریخ کی کتابیں حجت ہو جاتی ہیں، اور جہاں اپنے ذوقِ خاص کے خلاف کوئی چیز نظر آئے، وہاں یہ کتابیں بڑی ناقابل اعتبار اور کمزور ٹھہرتی ہیں۔

(۲) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ”وضع الید فی الید“ والی روایت سے اس پر استدلال کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید سے بیعت کے لئے تیار ہو گئے تھے، اس سلسلہ میں تو پہلے یہ عرض ہے کہ روایت کے راوی ابومخنف مجالد بن سعد وغیرہ پر مصنف گرامی نوٹ چڑھا دیتے کہ وہ کس درجہ کے راوی ہیں، دوسرے یہ کہ وہ جماعت محدثین کون سی جماعت ہے، جو مسند حدیث سے ہٹ کر کربلا کے واقعات بیان کرتی ہے، کیا یہ مؤرخین کے محدثین ہیں یا اخباریوں کی جماعت ہے، اس کی وضاحت بھی فرمادی جائے۔

لیکن روایت کی صحت وعدمِ صحت سے نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنہوں نے یزید کے فسق اور انحراف کی بناء پر بیعت سے انکار کر دیا تھا آخری وقت میں ان کو یزید کی پارسائی اور تقوی کی کوئی اطلاع نہیں موصول ہو گئی تھی، جس کی بنا پر وہ ”وضع الید فی الید“ کے لئے راضی ہو گئے بلکہ وہ ایک اضطراری حالت تھی، جس میں حرام بھی حلال ہو جاتا ہے، وہ یہ جانتے ہوئے کہ یزید کسی طرح اہل نہیں ہے، ساتھ ہی کوفیوں کی بیوفائی دیکھ کر یہ چاہتے تھے کہ جنگ کو ٹال دیا جائے اور یہ آپ کی اخلاقی اور انسانی پیش کش تھی، جس کو اگر قبول کر لیا جاتا تو بنوامیہ کی تاریخ خونِ اہل بیت سے پاک ہوتی اور یزید ایک بڑی شقاوت سے اپنے کو بچالیتا، یہ موقع حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے دیا گیا تھا اور انہوں نے فرمایا تھا کہ میرا قتل کر کے تم لوگ فتنوں کے دروازے کھول دو گے لیکن یزید اور اعوانِ یزید اس کو کہاں برداشت کر سکتے تھے، کہ وہ ذاتِ گرامی اور ”سیدُ شبابِ اہل الجنۃ“ موجود رہے، جو اہل حق کا قبلہ اور حق کا سب سے بڑا علمبردار تھا، اور جس کے ہوتے ہوئے بنوامیہ کے کارندوں کو اپنی حکومت پر ہر وقت خطرہ محسوس ہوتا تھا، لہٰذا اس آخری موقع کو ضائع کر دیا گیا اور کربلا کی سرزمین کو ان کے خونِ شہادت سے رنگین کر دیا گیا، اس کا تذکرہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اس سخت خط میں بھی ہے جو یزید کو لکھا گیا ہے۔ (دیکھئے کامل ابن الاثیر ج ۴ ص ۵۰ / ۵۱)

اس روایت سے وہ مطلب نکالنا جو مصنف ''واقعۂ کربلا'' نکالنا چاہتے ہیں خود روایت پر بڑا ظلم ہے، مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب نے اپنی کتاب ''یزید کی شخصیت'' میں اس موضوع پر اچھی بحث کی ہے۔

(۳) یزید کی وکالت وصفائی: اور سچی بات یہ ہے کہ بس یہی تین باتیں کتاب کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں، یزید کے بارے میں احادیث، اقوالِ صحابہ اور امت کے اکابرؒ کیا کہتے ہیں؟ یہ تو ابھی پڑھ لیں گے اور پھر خود ہی اتنی بات تو آپ کو ماننا پڑے گی کہ یزید کے حق میں نرم گوشہ رکھنے والا اور اس کی صفائی پیش کرنے والا منحرف اور گمراہ ہی ہو سکتا ہے۔

مغالطہ یہ چل رہا ہے کہ اس سلسلہ کے مسائل میں بس دو مسلک پائے جاتے ہیں اور دو ہی فرقے اور گروہ ہیں، ایک اہل سنت اور ایک اہل تشیع۔ لہٰذا اہل بیت کے معاملہ میں ذرا بھی غلو ہوا تو شیعیت شروع ہو جائے گی، ہاں اگر اہل بیت کو غلط بتایا جائے، ان کے دشمنوں کو سراہا جائے، اور ان کی صفائی پیش کی جائے تو کچھ بھی بات نہیں، اہل سنت میں یہ رائے بھی معتبر ہے، یہ وہ پیچ در پیچ مغالطہ ہے جس میں بعض اچھے خاصے مولوی اور بڑے مدارس کے فارغین مبتلا نظر آتے ہیں، اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحیح مسلک کے بارے میں بعض سند یافتہ علماء بھی کیسی کیسی غفلتوں کے شکار ہیں، امر واقعہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں تین گروہ ہیں:

(۱) ایک شیعہ (۲) دوسرا اہل سنت (۳) تیسرا ناصبی۔

شیعہ اور ناصبی دو سروں پر ہیں، اور اہل سنت راہِ اعتدل پر قائم ہیں، اہل سنت کے اقوال تو میں تفصیل سے آگے دے رہا ہوں، شیعیت اور ناصبیت کی علامتیں ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں، تاکہ ناصبیوں کو اہل سنت نہ سمجھا جائے اور انہیں ناصبیوں کے خانہ ہی میں رکھا جائے۔

علاماتِ شیعیت

(۱) شیخین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے نفرت۔

(۲) سبّ وتکفیر صحابہ۔

(۳) عقیدۂ تحریفِ قرآن، ائمہ اثنا عشر کی عصمت پر ایمان۔

(۴) بغیر خُف (موزے) کے پیروں پر مسح۔

ان میں سے کسی بات کا اگر کوئی شخص مرتکب ہے، تو وہ شیعی ہے جس کا اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں۔

علاماتِ ناصبیت

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف دل میں جذبات، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے مقابلہ میں برحق سمجھنا، یا حضرت معاویہ رضؓ کو ان کے ہم پلہ قرار دینا، یا حضرت علی رضؓ کی خلافت کو منعقد نہ ماننا۔

(۲) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دینا، ان کی شہادت کو باغیوں کا قتل قرار دینا۔

(۳) یزید کی صفائی پیش کرنا اور اس کی وکالت کرنا۔

(۴) اہل بیت سے دل میں پُرخاش رکھنا، اور ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کا پاس ولحاظ نہ کرنا۔

(۵) بنی امیہ کے ظالموں کی تعریف کرنا، یا ان کی مذمت کو ناپسند کرنا۔

(۶) ناصبیوں کی تحریرات اور اقوال پر اعتماد کرنا اور ان کو اہل سنت کا نمائندہ ثابت کرنا۔

شیعوں اور ناصبیوں کی پہچان کے بعد اب اہل سنت کی اگر صحیح پہچان حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو ذیل کا مضمون ملاحظہ فرمائیں اور پھر خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ مصنف کتاب

"واقعۂ کربلا" اور ان کی پیٹھ ٹھونکنے والے کس زمرہ میں نظر آتے ہیں، یہاں تو خیر حجت بازی کی دنیا ہے قلم سے غلط کو صحیح بھی دکھایا جاسکتا ہے، لیکن کل قیامت کے میدان میں جولوگ یزید اور اعوانِ یزید کے وکیل ہیں، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے سامنے آئیں گے، تو انہیں معلوم ہوجائے گا کہ یہ حجت بازی کتنی مہنگی پڑی، اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے التفاتی سے محفوظ فرمائیں۔

قبل اس کے کہ علمائے حقانی کے صحیح موقف کا تذکرہ کیا جائے، اہل سنت کی بعض علامات تکمیلِ فائدہ کے لیے ذیل میں درج کی جارہی ہیں۔

(۱) شیخین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی تعظیم وتوقیر کرنا۔

(۲) حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے محبت وعقیدت رکھنا۔

(۳) حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت معاویہؓ کو باغی سمجھنا، کیونکہ احادیثِ صحیحہ میں اس کا تذکرہ آیا ہے۔

(۴) تمام صحابہ کو عدول ماننا، اس امکان کے ساتھ کہ ان سے اجتہادی غلطیاں ہوسکتی ہیں

۔

(۵) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہلا بادشاہ ماننا۔

(۶) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت اور عظیم قربانی کا اعتراف کرنا اور ان کی شہادت کا یقین رکھنا

(۷) یزید اور اعوانِ یزید کو ظالم، ناخلف اور فاسق ماننا۔

مصحفی ہم تو سمجھتے تھے کہ ہوگا کوئی زخم　　　پر ترے دل میں بڑا کام رفو کا نکلا

ماہنامہ "الفرقان" کی مئی، جون ۱۹۹۱ء کی مشترکہ اشاعت میں مولانا عتیق الرحمن سنبھلی کی ایک تصنیف "واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر" کا مقدمہ اس تمہید کے ساتھ شائع ہوا ہے کہ کتاب نئے اسلامی سال کی شروعات سے پہلے منظر عام پر آجائے گی، مقدمہ میں مصنف کتاب نے بتایا ہے کہ ۳۷ رسال پہلے ایک مضمون لکھا گیا تھا، اس وقت کے کسی مصری

مصنف کی کسی کتاب کی روشنی میں ''واقعہ کربلا'' کے عنوان سے ایک مضمون ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ کے الفرقان میں دے دیا گیا تھا، ۱۹۸۶ء میں والد صاحب نے حکم دیا کہ وہ مضمون کتابی شکل میں چھپ جانا چاہئے، لیکن علم وخیالات ۳۷/ برس پہلے کے مقابلہ میں بہت بدل چکے تھے ،اس لئے محسوس ہوا کہ مضمون نئے سرے سے لکھا جائے، مضمون اس وقت سے معرکہ انگیز تھا کہ اس میں دو انکشافات کئے گئے تھے:۔

(۱) ایک یہ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ''باغی'' تھے۔

(۲) دوسرے یہ کہ انہوں نے عمر بن سعد کے سامنے دمشق جا کر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کی تیاری ظاہر کی تھی۔

اور ۳۷ سالہ علم وتحقیق کے بعد لفظ ''بغاوت'' کے استعمال پر اور زیادہ اطمینان ہوا، اور پورے مسئلہ پر ایک نئے غور وفکر کا دروازہ کھل گیا ہے۔

اس آغاز کا انجام تو ظاہر ہی ہے کہ یزید، امام عادل اور صالح ومتقی خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین تھا، اور حضرت حسینؓ ایک سادہ لوح، جلد باز اور مشتعل مزاج لیڈر تھے جنہوں نے بلاوجہ علم بغاوت بلند کر دیا، یہ وہ اصل حقیقت ہے جو شیعی اثرات کی وجہ سے مستور رہی ہے! اب جبکہ شیعی اثرات ختم ہوئے تو حقیقت منکشف ہوگئی، یہ شیعی اثرات اتنے خفیہ اور جراثیمی تھے کہ ان سے مجدد دین و مصلحین امت، علماء حق اور داعیانِ دین بھی محفوظ نہ رہ سکے، اور سب ہی حضرت حسینؓ کی محبت میں ایسا سرشار ہوئے کہ حقائق فراموش کرتے گئے۔

بعض لوگوں کو ''مرض الشیعہ'' لاحق ہو جاتا ہے، تو ہر جگہ ان کو تشیع کے اثرات نظر آنے لگتے ہیں، پھر نہ صرف شر کی نسبت وہ ان کی طرف کرتے ہیں ''خیر'' کے پھیلنے میں بھی انہی کا ہاتھ نظر آنے لگتا ہے، اس لئے لازماً وہ خیر بھی شر بن جاتا ہے، وہ اموی اور عباسی دور کے مظالم بھول جاتے ہیں اور ''ظالموں'' کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے والے انہیں ظالم وباغی نظر آنے لگتے ہیں، حکام پرستی بھی عجیب مصیبت ہے۔ کیا ایسا تو نہیں کہ تشیع کے اثرات سے بھاگنے کے لئے پناہ ''اموی'' ظالم حکمرانوں کی لے لی گئی ہو۔

بہر حال تفصیلی بحث تو اس موضوع پر آئے گی اور حدیث وسیر اور تاریخ پر محققانہ نظر رکھنے والے لکھیں گے میں تو یہاں پر صرف مقدمہ کے جواب میں ایک مقدمہ یا تمہید ہی تحریر کر رہا ہوں، تا کہ ''معرکہ انگیز'' آراء کا جو شیش محل تعمیر کیا گیا ہے، دیکھا جائے کہ اس میں کتاب وسنت، صحابہ وتابعین اور محقق علماء اور تاریخ اسلام کے عظیم مجددین کا مشورہ شامل ہے ، یا یہ کسی دوسری سازش کا نتیجہ ہے، اور تشیع وناصبیت کی پرانی رنجش کا منفی تاثر ہے، جس نے علم وتحقیق کا جامہ پہن لیا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سوانح پر ایک نظر

اور یزید احادیثِ نبوی، محدثین، علماء محققین اور مجددین امت کی آراء کی روشنی میں

حضرت حسین رضی اللہ عنہ

۵ رشعبان المعظم ۴ھ کو ولادت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہت محبت تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت میں سب سے زیادہ مشابہ تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات حسنینؓ سے بڑی محبت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کاندھے پر ان کو بٹھایا، اپنے ساتھ سواری پر سوار کرایا، اور ارشاد فرمایا : یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں، اور فرمایا: اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما، اور ان کو نوجوانانِ جنت کا سردار فرمایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۳۰ھ کو طبرستان کے جہاد میں شریک ہوئے ۳۵ھ میں حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کے وقت سپاہی بن کر ان کے مکان کی حفاظت کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خوارج کی سرکوبی میں نمایاں کردار ادا کیا،

قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہوئے، حضرت معاویہؓ نے ان کے بارے میں وصیت کی تھی۔

اما الحسين فان أهل العراق لايدعونه حتى يخرج فان خرج عليك، فظفرت به فاصفح عنه، فان له رحماً ماسةً وحقاعظيماً (تاریخ طبری)

جہاں تک حسینؓ کا تعلق ہے، تو عراق والے ان کو نکال کر چھوڑیں گے، اگر وہ تمہارے خلاف کھڑے ہوں، اور تم کو ان پر غلبہ حاصل ہو، تو ان سے درگذر کا معاملہ کرنا، کیونکہ ان کا قریبی رشتہ اور بڑا حق ہے۔

۵۶ھ میں جب یزید کی بیعت لی جانے لگی تو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے کہا تھا :

ماهي إلا هرقلية یہ تو ہرقل والا طریقہ ہے۔

اور حضرت حسینؓ کسی طرح بیعت کے لئے تیار نہ ہوئے۔

۶۰ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، یزید حاکم ہو گیا اس نے مدینہ میں اپنے گورنر ولید بن عقبہ کو اپنے لیے بیعت لینے کا حکم دیا، حضرت حسینؓ مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے، ادھر اہل کوفہ کے خطوط آ رہے تھے، آپ نے مسلم بن عقیل کو تحقیق حال کے لئے کوفہ روانہ کیا۔

مسلم بن عقیل نے ابن عوسجہ، پھر ہانی بن عقیل کے مکان پر قیام کیا، اور حضرت حسینؓ کو خط لکھا کہ آپ آ جائیں، بارہ ہزار افراد آپ کی نصرت کے لئے تیار ہیں۔

یزید نے ان حالات کی خبر پا کر نعمان بن شرحبیل کو کوفہ کی گورنری سے ہٹا کر عبید اللہ بن زیاد کو گورنر بنا دیا۔

مسلم بن عقیل کو ابن زیاد نے بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا، حضرت حسینؓ ادھر کوفہ پہونچ چکے تھے، ان کے ہمراہ اسّی (۸۰) سے زیادہ افراد تھے، عراقی فوج جو عمر بن سعد کی سرکردگی میں تھی، چار ہزار افراد پر مشتمل تھی۔

بدھ کے روز دس محرم الحرام ۶۱ھ کو جنگ شروع ہوئی، سفیان بن انس نخعی نے آپؓ کو شہید کر دیا، اور خولی بن یزید اصبحی نے سر اقدس کو جسم اطہر سے جدا کر دیا۔

شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن　　　نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

یزید احادیثِ نبویہ کی روشنی میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں :۔

حفظت عن رسول اللہ۔ ﷺ۔ وعائین، أما أحدھما فبثثتہ، وأما الآخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو خزانے محفوظ کئے ہیں، ان میں سے ایک خزانہ کو تو میں نے لٹادیا، اور اگر دوسرے کو لٹادوں، تو میری گردن کاٹ دی جائے“۔

المراد به علی الصحیح من أقوال العلماء علم الفتن والواقعات التی وقعت بعد وفاته علیه الصلاة والسلام، من شهادة عثمان، وشهادة الحسین، وغیر ذلک، وتعیین أسماء أصحابها من غلمان بنی امیة، وفتیانهم (شرح تراجم ابواب بخاری)

علماء کے صحیح قول کے مطابق اس علم سے مراد فتنوں اور ان واقعات کا علم ہے جو وفاتِ نبوی کے بعد پیش آئے، جیسے حضرت عثمانؓ اور حضرت حسینؓ کی شہادت وغیرہ، اور بنی امیہ کے نوجوانوں اور لونڈوں کے ناموں کی تعیین۔

یہی بات امام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ (ج ۴ ص ۱۷۸) میں کہی ہے، حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں :۔

وحمل العلماء الوعاء الذی لم یبثه علی الاحادیث التی فیها تعیین أسامی أمراء السوء وأحوالهم وزمنهم، وقد کان أبوهریرہ یکنی عن بعضهم ولا یصرح به خوفا علی نفسه منهم کقوله:

”أعوذ بالله من رأس الستین و إمارة الصبیان، یشیر الی خلافة یزید بن معاویة، لأنها کانت سنة ستین من الهجرة، واستجاب الله دعاء أبی هریرة فمات قبلها بسنة۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۹۳)

علمائے کرام نے علم کے اس خزانہ کو ان احادیث پر محمول کیا ہے، جن میں بدترین

امراء کے نام، حالات، اور زمانوں کی تعیین کی گئی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان میں سے بعض کی طرف اشارہ فرماتے تھے، اور قتل کے خوف سے صراحۃً نہیں کہتے تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

''میں ساٹھ کی دہائی اور لونڈوں کی حکومت سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں''۔

ان کا اشارہ یزید بن معاویہؓ کی حکومت کی طرف ہے، اس لئے کہ وہ ۶۰ھ میں واقع ہوئی، اور اللہ جل شانہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی اور ۶۰ھ سے ایک سال قبل ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت ابوہریرہؓ کی دوسری حدیث:۔

''هلاک أمتي علی یدي غلمة من قریش''

میری امت کی ہلاکت قریش کے بعض لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔

امام احمد ابن حنبلؒ اپنی کتاب مسند میں روایت کرتے ہیں:

''هلاک أمتي علی یدي غلمة سفهاء من قریش''

میری امت کی ہلاکت قریش کے نادان لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔

محدث جلیل ابن ابی شیبہؒ روایت کرتے ہیں:

''ان أبا هریرة کان یمشي في السوق، ویقول اللّٰهم لا تدرکني سنة ستین، ولا امارة الصبیان''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بازار سے گذرتے ہوئے کہا کرتے تھے: اے اللہ مجھے سنہ ۶۰ھ اور لونڈوں کی حکومت سے بچا۔

حافظ ابن حجرؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفي هذا إشارة إلی أن أول الأغیلمة، کان في سنة ستین وهو کذلک فان یزید بن معاویة استخلف فیها، وبقي الی سنة أربع وستین فمات۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۸)

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان نادان لونڈوں میں سب سے پہلا ۶۰ھ میں

ہوگا، اور ایسا ہی ہوا، کیوں کہ یزید بن معاویہ اس سنہ میں خلیفہ بنایا گیا اور ٦٤ھ تک زندہ رہ کر مر گیا:۔ ایک روایت میں انہوں نے فرمایا:

قال لی رسول اللہ ﷺ أعیذک باللہ من إمارۃ السفھاء قال وما ذاک یا رسول اللہ ؟ قال أمراء سیکونون من بعدی من دخل علیھم فصدقھم وأعانھم علی ظلمھم، فلیسوا منی ولست منھم، ولن یردوا علی الخوض۔ (ترمذی نسائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میں تمہیں نادانوں کی حکومت سے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں، حضرت کعبؓ نے دریافت کیا اس کا کیا مطلب؟ فرمایا ایسے امراء وحکام ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے، جو ان کے پاس جائے گا، اور ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا اور ان کے ظلم میں مددگار ہوگا اُس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں، میرا اس سے کوئی تعلق نہیں، اور وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر حاضر نہ ہو سکے گا۔

حافظ ابن حجرؒ حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"والذی یظھر أن المذکورین من جملتھم، وأن أولھم یزید کما دل علیہ حدیث أبی ھریرۃ (من ذکر) رأس الستین وإمارۃ الصبیان فإن یزید کان غالبا ینتزع الشیوخ من إمارۃ البلدان الکبار ویولیھا الأصاغر من أقاربہ۔

ظاہر ہے کہ جن حکام کا تذکرہ کیا گیا وہ ایسے ہی حکام تھے ان میں پہلا یزید ہے، جس کی دلیل حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے جس میں سنہ ٦٠ھ اور لونڈوں کی حکومت سے پناہ مانگی گئی ہے، کیونکہ یزید نے مختلف علاقوں کی گورنری، بزرگوں سے چھین کر اپنے خورد اور نوجوان اقرباء کو سونپ دی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی رائے

شمس الائمہ سرخسیؒ نے "شرح سیر کبیر" میں لکھا ہے:۔

وقد روی أنہ لمّا ولّی یزید بن معاویۃ، قال ابن عمر۔ ان یکن خیر أشکرنا وإن یکن بلاء صبرنا، ثم قرأ قولہ تعالی "فإن تولّوا، فإنما علیہ ما حمّل، وعلیکم ما حمّلتم

"

روایت میں آتا ہے کہ جب یزید بن معاویہ ؓ کو خلیفہ بنایا گیا، تو حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا، اگر وہ بہتر ہوگا تو ہم شکر ادا کریں گے، اگر مصیبت ہوگا تو ہم صبر کریں گے، اس کے بعد یہ آیت پڑھی (ترجمہ) اگر تم روگردانی کرتے ہو تو یاد رکھو کہ ان ہی پر ان کا بوجھ ہے اور تم پر تمہارا بوجھ ہے۔

حضرت ابن عمر ؓ کا موقف

سمعت عبدالله بن عمر رضي الله عنه وسأله رجل عن المحرم قال شعبة أحسبه عن قتل الذباب، فقال أهل العراق يسألون عن قتل الذباب! وقد قتلوا ابن بنت رسول الله ﷺ !! وقال النبي ﷺ هما ريحانتای من الدنيا۔ (صحیح البخاری مناقب الحسن والحسین)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ حالتِ احرام میں اگر کوئی مکھی مارے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے (غضب ناک ہو کر) فرمایا، عراق والے مکھی مارنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، حالانکہ ان ظالموں نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ حسن ؓ و حسین ؓ میرے دنیا کے پھول ہیں۔

مشکوہ شریف میں ام الفضل ؓ بنت الحارث اور حضرت ابن عباس ؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب شہادت حسین ؓ کے سلسلہ میں منقول ہے۔

یزید کے بارے میں علماء امت کے بیانات:۔

امام جصاص حنفی نے احکام القرآن میں یزید کو ''اللعین'' کہا ہے، صدر الاسلام بزدوی ؒ تحریر فرماتے ہیں:

وأما يزيد بن معاوية، فقد كان ظالماً، ولكن هل كان كافر أتكلم الناس فيه۔

(اصول الدین ص ۹۸)

یزید بن معاویہ ظالم تھا لیکن کافر تھا یا نہیں، اس میں مختلف رائیں ہیں۔

حافظ ابن حزم اندلسیؒ نے اپنی مشہور کتاب ''جمہرۃ انساب العرب'' میں یزید کے کردار پر نہایت مختصر مگر جامع تبصرہ کیا ہے۔

''ویزید أمیر المومنین، وکان قبیح الآثار فی الاسلام، قتل أهل المدینة وأفضل الناس وبقیة الصحابة۔ رضی الله عنهم۔ یوم الحرّة فی آخر دولته ،وقتل الحسین رضی الله عنه وأهل بیته فی اول دولته وحاصر ابن الزبیر رضی الله عنه فی المسجد الحرام، واستخف بحرمة الکعبة والاسلام، فأماته الله فی تلک الأیام، قد کان غزا فی أیام أبیه القسطنطنیة وحاصرها۔ (ص ۱۱۲۔طبع مصر ۱۳۸۲)

اور یزید ''امیر المومنین'' جس کے اسلام میں بڑے سیاہ کارنامے ہیں اس نے اپنی سلطنت کے آخری دور میں ''حرّہ کے دن اہل مدینہ اور ان کے بہترین اشخاص اور بقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو قتل کیا، اور اپنے عہدِ حکومت کے اوائل میں حضرت حسینؓ اور ان کے اہل بیت کو قتل کیا، اور مسجدِ حرام میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کر کے کعبہ اور اسلام کی بے حرمتی کی، پھر اللہ تعالیٰ نے انہی دنوں اس کو موت کا مزہ چکھادیا، اس نے اپنے باپ کے عہد میں قسطنطنیہ کی جنگ میں شرکت کی تھی اور اس کا محاصرہ کیا تھا۔

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

یزید نے مدینہ نبویؐ، حرمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اور مکہ معظّمہ کی طرف جو اللہ تعالیٰ کا حرم ہے اپنی فوجیں لڑنے کے لئے بھیجیں، چنانچہ حرّہ کی جنگ میں مہاجرین اور انصار جو باقی رہ گئے تھے، ان کا قتل عام کیا، یہ حادثۂ فاجعہ بھی اسلام کے بڑے مصائب میں شمار ہوتا ہے ،کیونکہ افاضل مسلمین ، بقیہ صحابہ اور اکابر تابعین میں بہترین مسلمان اسی جنگ میں کھلے دھاڑے ظلماً قتل کردیئے گئے، اور گرفتار کر کر کے ان کو شہید کر دیا گیا، یزیدی لشکر کے گھوڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جولانی دکھاتے رہے، اور ''ریاض الجنۃ'' میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور آپ کے منبر مبارک کے درمیان لید کرتے اور پیشاب کرتے رہے، ان دنوں مسجد نبویؐ میں کسی ایک نماز کی بھی جماعت نہ ہو سکی، اور نہ بجز حضرت سعید بن المسیبؒ کے وہاں کوئی فرد موجود تھا، انہوں نے مسجد نبویؐ کو بالکل نہ چھوڑا، اگر عمر و بن عثمان بن عفان، اور مروان بن الحکم (یزید کے سالار لشکر) مجرم مسلم بن عقبہ کے سامنے یہ شہادت نہ دیتے کہ یہ تو دیوانہ ہے، تو وہ ان کو بھی ضرور مار ڈالتا، اور اس نے اس حادثہ میں لوگوں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ یزید بن معاویہؓ سے اس شرط پر بیعت کریں کہ وہ اس کے غلام ہیں، چاہے وہ ان کو بیچے، چاہے آزاد کرے، اور جب اس کے سامنے ایک صاحب نے یہ بات رکھی کہ ہم قرآن اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بیعت کرتے ہیں، تو اس نے ان کے قتل کا حکم دیا اور ان کو گرفتار کر کے فوراً قتل کر دیا گیا، اس مجرم (مسلم بن عقبہ) نے اسلام کی بڑی بے عزتی کی، مدینہ منورہ میں تین دن برابر لوٹ مار کا سلسلہ جاری رہا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ذلیل کیا گیا، ان پر دست درازی کی گئی اور ان کے گھروں کو لوٹا گیا (مدینہ طیبہ کو تباہ وتاراج کرنے کے بعد) یہ فوج مکہ معظمہ شرفہا اللہ تعالیٰ کی طرف چل پڑی وہاں جا کر مکہ معظّمہ کا محاصرہ کیا گیا، اور بیت اللہ پر منجنیق سے سنگباری کی گئی، یہ کام حصین بن نمیر کی سرکردگی میں شام کے لشکروں نے انجام دیا، جس کی وجہ یہ تھی کہ مجرم بن عقبہ مری کو تو جنگ حرّہ کے تین دن بعد ہی موت نے آدبوچا تھا، اب اس کی جگہ سارا لشکر حصین بن نمیر کے تحت ہو گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے یزید کو بھی اسی طرح دھر پکڑا جس طرح وہ غالب قدرت والا پکڑا کرتا ہے، چنانچہ وہ بھی واقعہ حرّہ کے بعد تین ماہ سے کم اور دو ماہ سے زائد کی مدت میں موت کے منہ میں چلا گیا، اور یزیدی لشکر مکہ معظّمہ سے واپس چلا گیا، یزید کی موت ۱۵ / ربیع الاول ۶۴ھ کو واقع ہوئی، اس وقت اس کی عمر کچھ اوپر تیس سال تھی، اس کی ماں کا نام میسون کلبیہ تھا، یزید کی مدت حکمرانی کل تین سال آٹھ ماہ اور کچھ دن تھی۔

تاریخ اسلام اور اسماء الرجال کے امام علامہ ذہبی "سیر اعلام النبلاء" میں فرماتے ہیں:

"یزید بن معاویة کان ناصبیاً فظاً غلیظاً جلفاً یتناول المسکر، ویفعل

المنکر، فتح دولته بقتل الحسین۔ رضی اللہ عنہ۔ واختتھما بوقعة الحرة فمقته الناس ولم یبارک فی عمرہ"

یزید بن معاویہ ناصبی، درشت مزاج، بداخلاق، ناتربیت یافتہ تھا، منشیات کا استعمال کرتا تھا، منکرات کا مرتکب تھا، اس نے اپنی حکومت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے شروع کی، اور واقعہ حرّہ پر ختم کی، اس لئے لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت بیٹھ گئی اور اس کی عمر میں برکت نہ ہو سکی۔

امام ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:۔

قال أحمد :لا ینبغی ان یروی عنه۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں اس سے روایت نہیں کرنا چاہئے۔

امام ابن تیمیہؒ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں:۔

قیل لأحمد بن حنبل :أتکتب الحدیث عن یزید بن معاویة، قال :لا ولا کرامة! أولیس هو الذی فعل بأهل المدینة ما فعل۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج۳ ص ۴۱۲)

امام احمدؒ سے پوچھا گیا کہ آپ یزید بن معاویہ سے حدیث لیتے ہیں، فرمایا نہیں وہ اس عزت کا مستحق نہیں ہے، کیا وہی نہیں جس نے اہل مدینہ پر ظلم ڈھایا۔ (فتاوی ابن تیمیہ ۳ ص ۴۲)

قال صالح بن احمد بن حنبل، قلت لأبی إن قوما یقولون :أنهم یحبون یزید، قال یا بنیَ وهل یحب یزید أحد یؤمن بالله والیوم الآخر؟ فقلت یا أبت فلماذا لا تلعنه! قال یا بنی! ومتی رأیت أباک یلعن أحدا۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج۳ ص ۴۱۷)

امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے صالح کہتے ہیں، میں نے والد صاحب سے عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہیں یزید سے محبت ہے، فرمایا کہ بیٹے! کیا کوئی مومن جسے اللہ اور آخرت پر ایمان ہو یزید سے محبت کر سکتا ہے! میں نے عرض کیا کہ آپ اس پر لعنت

کیوں نہیں کرتے، فرمایا کہ تم نے کب دیکھا کہ میں نے کسی پر لعنت کی ہو۔

تفسیر مظہری میں ہے:۔

قال احمد :یابنی هل یسوغ لمن یؤمن باللہ والیوم الآخر أن یحب یزید، ولم لا یلعن رجل لعنه اللہ فی کتابه، قلت یاأبت !أین لعن اللہ یزید فی کتابه، قال حیث قال": فهل عسیتم إن تولیتم أن تفسدوا فی الارض وتقطعوا أرحامکم اولئک الذین لعنهم اللہ فأصمهم وأعمی ابصارهم۔ (آیت کا حوالہ)

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: بیٹے کیا ممکن ہے کہ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ یزید سے محبت کرے! اور اس شخص پر کیوں نہ لعنت کی جائے جس پر اللہ نے اپنی کتاب میں لعنت بھیجی ہے، میں نے کہا اے میرے والد! اللہ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت بھیجی ہے؟ فرمایا وہاں جہاں اس کا ارشاد ہے کہ کیا تم جب حکمراں بن جاؤ گے تو زمین میں فساد مچاؤ گے، اور رشتوں ناطوں کو توڑو گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جن پر اللہ کی لعنت ہے اور جن کو خدا تعالیٰ نے بہرا کردیا اوران کی آنکھوں کی بینائی سلب کرلی ہے،،

ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

والحسین رضی اللہ عنه أکرمه اللہ تعالی بالشهادة فی هذا الیوم، وأهان بذلک من قتله وأعان علی قتله أو رضی بقتله۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس دن شہادت سے سرفراز فرمایا، اور ان لوگوں کو رسوا اور ذلیل کیا، جنہوں نے ان کو قتل کیا یا قتل میں مدد دی یا ان کے قتل پر راضی ہوئے۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

وأما من قتل الحسین أو أعان علی قتله أو رضی بذالک، فعلیه لعنة اللہ والملئکة والناس أجمعین، لایقبل اللہ منه صرفا ولا عدلا، قال : فهل تحبون أهل البیت؟ قلت محبتهم عندنا فرض واجب، یؤجر علیه، (فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۴۸۷)

جس شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، ان کے قتل میں مدد کی، یاان سے راضی ہوا، ان پر اللہ کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ نہ ان کے عذاب کو دور کرے گا اور نہ اس کا عوض قبول کرے گا، تو کہنے والے نے کہا تو کیا آپ اہل بیت سے محبت فرماتے ہیں، میں نے کہا ان کی محبت ہمارے نزدیک فرض ہے، واجب ہے، اس پر اجر ملے گا۔

حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان میں لکھا ہے:۔

یزید بن معاویة بن ابی سفیان روی عن أبیه و عنه ابنه خالد و عبد الملک بن مروان، مقدوح فی عدالته، و لیس بأهل أن یروی عنه۔

یزید نے اپنے باپ سے، اور اس سے اس کے بیٹے خالد نے، اور عبد الملک ابن مروان نے روایت کی ہے، اس کی عدالت مجروح ہے، وہ اس کا مستحق نہیں ہے کہ اس سے روایت کی جائے۔ انہوں نے محدث جلیل ابو یعلی کی مسند سے یہ حدیث بھی نقل کی ہے:

عن أبی عبیدة بن الجراح۔ رضی اللہ عنه۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم، لا یزال أمر أمتی قائما حتی یکون أول من یثلمه رجل من بنی أمیة یقال له یزید۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: کہ آپ نے فرمایا میری امت درست رہے گی، یہاں تک کہ سب سے پہلے جو اس میں شگاف ڈالے گا، وہ بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔

مشہور مؤرخ و محدث ابن کثیر واقعہ حرّہ کی احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

وقد استدل بھذا الحدیث و أمثاله من ذھب الی الترخیص فی لعنة یزید بن معاویه، وھو روایة عن أحمد بن حنبل، واختارھا الخلال، وابوبکر عبدالعزیز والقاضی أبو یعلی، وابنه القاضی ابو الحسین، وانتصر لذلک أبو الفرج بن الجوزی۔

جو حضرات یزید بن معاویہ پر لعنت بھیجنے کے جواز کے قائل ہیں، وہ اس طرح کی

احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک بھی ایک روایت میں یہی نقل کیا گیا ہے، خلال ابوبکر عبدالعزیز، قاضی ابویعلیؒ، اوران کے صاحبزادے قاضی ابوالحسنؒ کا مسلک بھی یہی ہے اورابن جوزیؒ نے اس کی تائید کی ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وانا أقول الذی یغلب علی ظنی، أن الخبیث لم یکن مصدّقا برسالة النبی۔ صلی اللہ علیه وسلم۔ وأن مجموع مافعل بأهل حرم اللہ تعالی وأهل حرم النبی علیه الصلاۃ والسلام، وعشرته الطیبین الطاهرین فی الحیاۃ وبعد الممات، وماصدر منه من المخازی لیس بأضعف دلالة علی عدم تصدیقه، من إلقاء ورقة من المصحف الشریف فی قذر، ولا أظن أن أمره کان خافیا علی أجلة المسلمین إذ ذلک ولکن کانوا مغلوبین مقهورین۔

اور میں کہتا ہوں کہ میرا گمان غالب ہے کہ وہ خبیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتا تھا، اس نے حرم الٰہی (مکہ مکرمہ) اورحرم نبوی (مدینہ منورہ) کے باشندوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار کے ساتھ زندگی میں اور موت کے بعد جو کچھ کیا اور جو رسوا کن کارنامے اس نے انجام دیئے، اس کے محروم ایمان ہونے کی قرآن شریف کا کوئی ورق غلاظت میں ڈال دینے سے کم درجہ کی دلیل نہیں ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ مسلمانوں کے بڑے حضرات پر یہ بات مخفی تھی، لیکن وہ مجبور و بے بس تھے۔

اکابرؒ کی تشریحات

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تکمیل الایمان میں یزید کے متعلق لکھتے ہیں:

وبالجملہ دے مبغوض ترین است نزد ما، وکارہا کہ این بدبخت وبے سعادت دریں

امت کردہ ہیچ کس نہ کردہ، بعد از قتل امام حسینؓ واہانت اہل بیت لشکر بتخریب مدینہ منورہ وقتل اہل آنجا فرستادہ، وبقیہ از صحابہ وتابعین امر بقتل کردہ، وبعد از تخریب مدینہ، امر بانہدام مکہ معظمہ وقتل عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کردہ، وہم درا ثنائے این حالت از دنیا بجہنم شتافتہ۔ (ص ۷۱ مطبع مجتبائی)

خلاصہ یہ ہے کہ در حقیقت وہ (یزید) ہمارے نزدیک مبغوض ترین انسان ہے، جو کام اس بدبخت ومحروم سعادت نے اس امت میں کئے ہیں وہ کسی نے نہ کئے، امام حسینؓ کو قتل کرنے اور اہل بیت کی اہانت وتذلیل کے بعد اس نے مدینہ کی تباہی وبربادی اور وہاں کے لوگوں کو قتل کرنے کے لئے بھیجا، صحابہ وتابعین کو قتل کرنے کا حکم دیا، اور مدینہ منورہ کی بربادی کے بعد مکہ معظمہ کی بربادی، اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل کا حکم دیا، اور اس حالت میں دنیا سے جہنم رخصت ہوا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوبات میں فرماتے ہیں:

یزید بدنصیب، بے دولت از زمرہ فسقہ است، توقف در لعنت او بنا بر اصل مقرر است کہ شخص معین اگرچہ کافر باشد، لعنت نہ کردہ اند۔ (مکتوبات ج ۴ ص ۲۵۲)

یزید بدنصیب، بدقسمت فاسقوں کے ٹولہ کا ایک فرد ہے، اس پر لعنت بھیجنے میں توقف اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ اصول ہے کہ کسی متعین شخص کو چاہے وہ کافر ہو، ملعون نہ کہا جائے۔

اور دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں

اور یزید بدنصیب اصحابِ کرام میں سے نہیں ہے، اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہے، جو کام اس بدبخت نے کیا، کوئی کافر فرنگ بھی نہیں کرسکتا تھا (مکتوبات مجدد، دفتر اول جلد اول مکتوب ۵۴ ص ۱۸۴ مطبع ادارہ مجددیہ کراچی پاکستان)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی "حجۃ اللہ البالغہ" مبحث فتن میں "ثم ینشأ دعاۃ الضلال"

کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ودعاة الضلال یزید بالشام، ومختار بالعراق، داعیا ضلالة''

گمراہی کی دعوت دینے والوں میں شام میں یزید اور عراق میں مختار تھا۔

قرونِ اولیٰ میں بعض لوگ بالاتفاق منافق اور فاسق تھے، جن میں حجاج، یزید بن معاویہ اور مختار کا نام لیا جاسکتا ہے۔''

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب کی رائے مولانا سلامت اللہ صاحب ''تحریر الشہادتین'' میں بیان کرتے ہیں:

دریں شکے نیست کہ یزید پلید آمر وراضی ومستبشر از قتل بود، ہمیں است مذہب مختار جمہور اہل سنت والجماعت، والہذا لعن آں ملعون بہ حجج مجمع قاطعہ وبراہین ساطعہ ثابت کردہ۔

اس میں شک نہیں کہ یزید پلید حضرت حسینؓ کے قتل کا حکم دینے والا اور اس پر راضی وخوش تھا، جمہور اہل سنت کا یہی مسلک ہے، لہٰذا اس ملعون پر لعنت بھیجنا، قوی اور واضح دلائل سے ثابت ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں لکھتے ہیں:

''وبعضے قتل انبیاء وپیغمبر زادہا کردہ اند مثل یزید واخوان او''

بعض مجرموں نے انبیاء اور اولاد انبیاء کو قتل کیا ہے جیسے یزید اور اس کے برادران۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''السیف المسلول'' میں فرماتے ہیں:

اس فقیر کے نزدیک مختار بات یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے، اور محققین اہل حدیث کا مسلک بھی یہی ہے، ان میں امام ابوالفرج بن الجوزیؒ بھی ہیں۔

حضرت سید احمد شہیدؒ مکتوبات میں فرماتے ہیں۔

رفیق من از جنود حسین بن علی است، ورفیق مخالف من از زمرہ یزید شقی

میرا ساتھی حسین بن علیؓ کے لشکر کا سپاہی ہے، اور میرے مخالفین کا ساتھی یزید شقی کی

جماعت سے ہے۔

علامہ سید صدیق حسن خان قنوجی "بغیۃ الرائد فی شرح العقائد" میں لکھتے ہیں:

وے تارک الصلوۃ، وشارب الخمر، وزانی وفاسق و مستحل محارم بود، وبعضے بروئے اطلاق لعن کردہ است، مثل امام احمد بن حنبل وامثال ایشاں، وابن الجوزی لعن وے از سلف کردہ زیرا کہ وے وقت امر بقتل حسین کافر شدہ، وکسے کہ قتل وے کرد، یا امر بداں نمود برجواز لعنت وے اتفاق کردہ اند، تفتازانی گفت، حق آن ہست کہ رضائے بقتل حسین واستبشار وے بداں، واہانت نمودن اہل بیت متواتر المعنی است۔

وہ تارک صلوۃ تھا، شرابی تھا، زانی اور فاسق تھا، محرمات کو اس نے حلال کر رکھا تھا بعض علما اس کو ملعون کہتے ہیں، جیسے امام احمد اور ان جیسے دوسرے ائمہ اور ابن الجوزیؒ نے سلف سے اس پر لعنت نقل کی ہے، کیونکہ وہ حضرت حسینؓ کو قتل کا حکم دیتے وقت کافر ہو گیا تھا، اور جس شخص نے بھی حسینؓ کو قتل کیا، یا اس کا حکم دیا، اس کے ملعون ہونے پر علماء کا اتفاق ہے، علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں: کہ یزید کا حضرت حسینؓ کے قتل پر راضی وخوش ہونا اور اہل بیت کی تذلیل کرنا متواتر بات ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ یزید کے بارے میں فرماتے ہیں:

از روسائے نواصب است

وہ ناصبیہ فرقہ کا سرخلیل ہے۔ (مکتوب قاسمی ص ۹ ۳ مطبع ملتان)

حضرت نانوتوی علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں:

"جس طرح بیعتِ رضوان میں منافقین شریک ہوئے اور نفاق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی سے محروم ہو گئے، یزید بھی اپنی اندرونی خرابیوں کی وجہ سے اس بشارت (جہاد قسطنطنیہ کی بشارت) کی فضیلت سے محروم ہو گیا، البتہ امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید نے ہاتھ پیر پھیلائے، اور دل وجان سے برائی میں لگ گیا، برائی کا اعلان شروع کر دیا، نماز چھوڑ دی، پس بعض مقدماتِ گذشتہ کی بناء پر عزل کر دینے کے لائق ہو گیا۔

حضرت تھانویؒ اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں:

"فی الحقیقت واقعہ جانکاہ جناب سید الشہداء، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وعن احبابہ وسخط علی قاتلیہ واعداۂ۔

اس قابل ہے کہ زمین وآسمان، وحور وملک، وجن وانس، وجمادات ونباتات و حیوانات قیامت تک یہ کہہ کر رودیں۔

صبت علی مصائب لو أنها صبت علی الأیام صرن لیالیا

تو بھی تھوڑا ہے۔ (ص ۱۴ ج ۱)

حضرت تھانویؒ اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں:

البتہ یوں کہتے ہیں کہ قاتل وآمر وراضی بقتل حسین علیہ السلام پر لعنت۔ (تتمہ ثالثہ امداد الفتاوی ص ۵۵)

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو تحریر فرماتے ہیں:

"خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مؤرخین میں ان لوگوں کا قول کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ حیات میں یزید معلن بالفسق تھا اور ان کو اس کی خبر تھی اور پھر انہوں نے اس کو نامزد کیا، بالکل غلط ہے، ہاں ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت میں خفیہ طور پر فسق وفجور میں مبتلا ہو، مگر ان کو اس کے فسق وفجور کی اطلاع نہ ہو، ان کی وفات کے بعد وہ کھیل کھیلا اور جو کچھ نہ ہونا چاہیئے تھا کر بیٹھا۔ (مکتوب مولانا حسین احمد مدنی ۲۳/ جنوری ۱۹۴۲ء)

علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ "معارف السنن" میں لکھتے ہیں:

ویزید لا ریب فی کونه فاسقا، ولعلماء السلف فی یزید وقتل الامام حسین۔ رضی الله عنه۔ خلاف فی اللعن والتوقف، قال ابن الصلاح :فی یزید ثلاث فرق : فرقه تحبه، فرقه تسبه، وفرقه متوسطة لا تتولاه ولا تلعنه، قال :وهذا الفرقة هی المصیبة (ص ۸ ج ۶)

یزید کے فاسق ہونے کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے، یزید اور اسکے ارتکابِ قتل حسینؓ پر لعنت یا توقف کے بارے میں اختلاف ہے، ابن الصلاحؒ نے کہا یزید کے

بارے میں تین گروہ ہیں، ایک فرقہ اس سے محبت کرتا ہے، ایک اس کو گالی دیتا ہے، اور ایک درمیانی گروہ ہے، جو نہ اس سے تعلق رکھتا ہے، نہ لعنت بھیجتا ہے، انہوں نے فرمایا کہ یہی گروہ درست ہے۔

ترجمان مسلک اہل دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ شہید کربلا اور یزید کے بارے میں فرماتے ہیں:

”یہ سب شہادتیں ہم نے اس لئے پیش نہیں کیں کہ ہمیں یزید پر لعنت کرنے سے کوئی خاص دلچسپی ہے، نہ ہم نے آج تک کبھی لعنت کی نہ آئندہ ارادہ ہے، اور نہ ان لعنت ثابت کرنے والے علماء وائمہ کا منشا یزید کی لعنت کو بطور وظیفہ کے پیش کرنا ہے، ان کا منشا صرف یزید کو ان غیر معمولی ناشائستگیوں کی وجہ سے مستحق لعنت قرار دینا ہے، یا زیادہ سے زیادہ لعنت کا جواز ثابت کرنا ہے۔ (ص ۱۴۵)

یہ چند احادیث وآثار اور علمائے امت کے اقوال کے اقتباسات نمونہ کے طور پر پیش کردئے گئے ہیں، اب ذرا مصنف ”واقعہ کربلا“ سے پوچھئے کہ اگر یہ مجددین امت، شیعی اثرات کے زیرِ اثر، انحراف وضلال کے شکار ہو گئے! جنہوں نے خود شیعیت پر عظیم الشان معرکۃ الآراء اور بنیادی مآخذ کی حیثیت رکھنے والی کتابیں تصنیف فرمائیں، اور انہیں کے مہیا کردہ مواد کی ایک دو سطر پڑھ کر اس دور کے لکھنے والوں کو قلم پکڑنا آیا، اور ان کو یہ پتہ چل سکا کہ شیعیت کیا ہے؟ ناصبیت کیا ہے؟ لیکن افسوس کہ انہیں سے صواب وناصواب کی تمیز سیکھنے والے ان کے بارے میں یہ کہیں کہ آپ کی اصابت مشکوک ہے، اور ہماری تحقیق معرکہ انگیز ہے!!

ناطقہ سربگریباں کہ اسے کیا کہئے؟

صحابہ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو روکنا

رہ گیا یہ مغالطہ کہ بعض صحابہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سفر عراق سے روک رہے تھے اور اس سے یہ استدلال کہ وہ ان کے اقدام سے متفق نہ تھے یہ ابھی ایک فریب سے کم

نہیں،

واقعہ یہ ہے کہ کسی صحابی نے یزید سے ہنسی خوشی بیعت نہیں کی، بلکہ ان سے جبری بیعت لی گئی، جس کے خلاف جذبات مشترک تھے، خروج کا اقدام ہر شخص نہیں کرسکتا تھا، تبدیلی کے سب متمنی تھے، جن لوگوں نے کوفہ نہ جانے کا مشورہ دیا، ان کی دلیل بس یہ تھی کہ وہ قابل اعتبار نہیں ہیں، یہ نہیں کہ خروج ناجائز ہے، اور یزید امیر المومنین اور خلیفۂ برحق ہیں، جس کے خلاف شرعاً خروج ناجائز ہے، اگر ان کے نزدیک ایسا ہوتا، تو وہ صاف یہی کہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خروج کی ممانعت فرمائی ہے، آپ کیسے خروج کر رہے ہیں؟ ہاں انہیں خطرہ تھا کہ انہیں ناکامی ہوجائے گی، اس لئے بہتر شکلیں تجویز کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے، کہ ٹھہریئے اور حالات کا مکمل تجزیہ کرلیجئے، جلدی کرنے نہ کرنے اور کوفہ جانے نہ جانے کے فیصلے اختلافِ اجتہاد پر مبنی تھے، ایک کا اجتہاد مصلحت اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی جان بچانے کی فکر پر مبنی تھا، دوسرے کا اجتہاد ان کو میدانِ شہادت کی طرف لے جارہا تھا، اور کیا ایسا ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں ہوا؟

جنگ احد کے موقع پر نوجوانوں کی رائے تھی کہ باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے، تجربہ کار اور سن رسیدہ صحابہ کی رائے تھی کہ جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں ایسے ہی مدینہ میں رہ کر ہی جنگ کی جائے، لیکن نوجوانوں کا اصرار غالب رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے ہتھیار زیب تن فرما کر تشریف لے آئے، اور پھر تجربہ کار اور سن رسیدہ لوگوں کے کہنے کے باوجود کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رائے کے مطابق یہیں رہ کر مقابلہ فرمائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکلنے کو ترجیح دی، اور نتیجتاً ستر صحابہ شہید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے۔

ماہ صفر سنہ ۴ھ میں واقعۂ رجیع میں قبیلہ عضل وقارہ کے لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فریب دیا، اور کہا کہ ہمارے علاقہ میں کچھ مبلغین بھیج دیجئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس افراد بھیج دیئے، ان کو ان ظالموں نے شہید کردیا، اسی ماہ صفر سنہ ۴ھ میں بئر معونہ کا واقعہ ہوا، جس میں ابو براء عامر بن مالک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فریب دے کر ستر صحابہ کو

شہید کروادیا، "عکل اور عرینہ" کے لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غداری کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کے چرواہوں کو سخت اذیت دے کر مار ڈالا، اور اونٹ بھگا لے گئے، آخران کو بھی سخت سزادی گئی۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں یہ واقعات پیش آسکتے ہیں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ باوجود ممکنہ ظاہری انتظامات اور احتیاط کے یہ واقعہ پیش آ گیا تو اسمیں تعجب کی کیا بات ہے؟ اعلاء کلمۃ الحق کی کوشش کرنے والوں کے ساتھ ہی یہ باتیں پیش آتی ہیں۔

ابن تیمیہؒ کی بعض عبارتوں کا سہارا لینے والے اور جا بجا ان کو استعمال کرنے والے، مغالطہ دینے کے جوش میں یہ نہیں دیکھتے، کہ ابن تیمیہؒ نے اس موضوع پر صاف اور صریح الفاظ میں کیا کہا، اور ابن تیمیہؒ کا موقف کچھ اور بھی ہوتا تو بھی کیا ان ائمہ ومجددین کے مقابلہ میں ان کی رائے کا وزن اتنا ہے کہ سب پر غالب آتا چلا جاتا ہے!

حق تو یہ ہے کہ جس نے بھی کہا سچ کہا:۔

قتل حسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے　　　اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خاندان کے بہت سے افراد ان کے ساتھ شہید ہو گئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں پھر جو برکت عطا فرمائی، اور ان سے دین کی خدمت اور تجدید واصلاح کا جو کام لیا اس کے نقوش تاریخ کے ماتھے پر ثبت ہیں، اور پوچھو تاریخ سے کہ یزید کا کیا ہوا، کیا کسی یزیدی سے کوئی کارِ خیر انجام پایا۔

ابن کثیر جیسا اعتدال پسند، مؤرخ اور محدث ومفسر "البدایہ والنہایہ" میں یزید کی بیس عدد صلبی اولاد کو نام بنام گنا کر صاف لکھتا ہے:

وقد انقرضوا کافۃ، فلم یبق لیزید عقب۔

سب ایسے ختم ہوئے کہ یزید کی نسل میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ بچا۔ (ج ۸ ص ۲۴۷)

اور آگے مزید لکھتے ہے:

فانه لم یمهل بعد و قعه الحرة و قتل الحسین الا یسیراً حتی قصمه الله الذی قصم الجبابرة قبله و بعده۔

سو بلا شبہ واقعۂ حرّہ اور قتلِ حسینؓ کے بعد یزید کو کم ہی مہلت ملی، تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کمر توڑ دی، جس نے اس سے پہلے اور اس کے بعد کے جباروں اور ظالموں کی کمریں توڑی ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی عزت و ناموس پر مرنے والے، اور فلاں فلاں صحابہ کرامؓ کی تنقید پر واویلا مچانے والے! اور اس تنقید پر سرزنش نہ کرنے والے معروف و مسلم بزرگ کے جذبۂ اظہارِ حق سے مایوس ہو جانے، اور شورش برپا کرنے والے، آخر انہیں کیا ہو جاتا ہے! کہ نوجوانانِ جنت کے سردار سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ خلاصۂ خاندانِ نبوت کی یزیدی لشکر کے ذریعہ شہادت، اور یزیدی لشکر کی مدینہ منورہ پر چڑھائی، اور سینکڑوں صحابہ کرامؓ کے بے دریغ قتل، اور ان کی املاک کو لوٹنے کے بعد بھی وہ یزید کے لئے معذرت ہی تلاش کرتے رہتے ہیں، بہت سے صحابۂ کرام کا ناحق خون اور ان کی املاک کی تباہی اور ان کی آبروریزی جیسے گھناؤنے اور شرمناک افعال اور سیاہ کارنامے بھی، ان کی رگِ حمیت میں جوش نہیں پیدا کرتے، اور یزید پر ان کو غصہ نہیں آتا، اور تاریخ کی جھوٹی سچی کتابوں سے کھرچ کھرچ کر یزید کی معذرت کا سامان فراہم کیا جاتا ہے! اور پھر بھی آپ ہی ''محافظِ ناموسِ صحابہ'' رہتے ہیں!

کیا یہی حبِّ صحابہ ہے؟ کیا صحابۂ کرام اور اہل بیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے ایسے ہی بے حس، بے حمیت اور بے ضمیر ہوتے ہیں؟ کیا ایک صحابی کے انتخاب کی صحت ثابت کرنے کی خاطر سینکڑوں صحابہ کی بالجبر بیعت، مظلومیت اور آہ و فریاد سے اس طرح بے اعتنائی برتی جاتی ہے؟ اپنی کتاب پر تبصرہ سے چراغ پا ہونے والے اور خاص خبر اور پوسٹر نکال کر ندوہ اور ناظم ندوہ کے خلاف محاذ بنانے والے حرّہ کے واقعہ میں صحابہ کرامؓ کی بہو بیٹیوں کی مظلومیت، اور ان کی آہ و فغاں پر ایسے ٹھنڈے ہوتے ہیں، کہ گویا

رَگوں میں خون نہیں، بلکہ الٹے انہیں مظلوموں کی گردن پر الزام رکھ دیتے ہیں، کیا ان پر حق نہ تھا کہ وہ برملا کہتے۔

اے صحابی باپ کے ناخلف اور ظالم بیٹے یزید! تیرے سیاہ کرتوتوں کی بھی کوئی انتہاء ہے! تو نے نہ صحابہؓ کا خیال کیا، نہ اہل بیتِ نبوت کا! حکومت کی ہوس اور اقتدار کے نشہ نے تجھے سب کچھ بھلا دیا! تو نے اپنے ظالم وشقی گورنروں کو سزا بھی نہ دی! اے یزید تو نے اپنے خاندان والا تبار پر بٹہ لگا دیا! اور اپنی حرمانِ نصیبی کی داستان رقم کر گیا! خدا ہی تجھ سے نمٹے گا۔ ألا لعنة الله علی الظالمین۔

نمبر شمار — نام کتاب — قیمت

ہمیں اس سے بحث نہیں ہے کہ کسی مؤرخ نے کیا لکھا ہے، ہمارے سامنے احادیثِ نبویہ، اقوالِ صحابہؓ، اقوالِ ائمہ مجتہدین، اور اقوال ائمہ مجددین و مصلحین ہیں جن کے مقابلہ میں تاریخ کی کتابوں اور ان کی روایتوں کی کوئی حیثیت نہیں، اور نہ ان کے مطالعہ اور تجزیہ کی ضرورت ہے، نہ نظر ثانی وثالث کی، جس کی دعوت مصنف ''واقعہ کربلا'' امت کو دے رہے ہیں، کہ اے امت کے لوگو! اپنے حقانی علماء کے اقوال کو نہ دیکھو، ان کی کورانہ تقلید نہ کیا کرو، اپنے عقائد پر نظر ثانی کرو، دیکھو کہ اسلاف کے عقائد میں کہاں کہاں شیعیت نے ڈنک مارے ہیں! ان کا تجزیہ کرو، اور تمام علماء برحق سے صرفِ نظر کر کے جدید مطالعہ کی روشنی میں ایک ''طاہر مطہر'' سنی عقیدہ تیار کرو۔

ہمارا تو یہ مطالبہ ہے کہ آپ بتائیں کہ یزید جیسے ظالم وفاسق کے بارے میں مندرجہ بالا علمائے حق کے اقوال سے آپ متفق ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو اسی وقت اپنی توبہ کا اعلان کردیں، نہیں ہیں تو ہم آپ کو ''ناصبی'' سمجھنے پر مجبور ہیں۔

☆☆☆☆